بحث و نظر

شہریت پسندی کا رجحان اور اسلام

مولانا سلطان احمد اصلاحی

موجودہ دور کے سماجی، معاشرتی، تہذیبی اور ماحولیاتی مسائل میں ایک حد درجہ پیچیدہ، سنگین اور فوری توجہ کا طالب مسئلہ شہریت پسندی کا رجحان (Urbanisation) ہے۔ جس کے نتیجے میں بالخصوص ترقی پذیر اور تیسری دنیا کے ملکوں کی دیہی آبادی کا بڑا حصہ قصبوں اور شہروں کی طرف کوچ کر رہا ہے اور ان ملکوں کی طرف سے جس میں ہمارا ملک ہندوستان سرفہرست ہے، ذرائع ابلاغ کی تمام تر قوت کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنے کے باوجود کہ لوگ دیہاتوں کو چھوڑ کر قصبوں اور شہروں کو اپنا مستقل گھر نہ بنائیں، اس رجحان میں کسی کمی کے آثار دکھائی نہیں دیتے ہیں، بلکہ بوجوہ یہ رجحان روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی کی میڈیا کی تمام جدوجہد بے اثر اور اس کی پیہم کوششیں کوئی نتیجہ دکھانے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ آبادی سے متعلق اقوامِ متحدہ کی تنظیم کے تازہ جائزہ کے مطابق ۲۰۱۵ء تک دنیا کی آدمی سے زیادہ آبادی شہروں میں رہنے لگے گی۔ اس رجحان کا سب سے زیادہ اثر ترقی پذیر ممالک پر پڑے گا اور شہری آبادی میں اضافہ کی سب سے اونچی شرح انہی ملکوں میں ہوگی۔ ترکی کے شہر استنبول میں آبادی سے متعلق اقوامِ متحدہ کی دوسری کانفرنس کے آغاز سے ایک روز قبل جاری دنیا کی آبادی کی صورت حال کے زیرِ عنوان اس رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا کی ۵ ارب ۸۰ کروڑ آبادی میں سے ۲ ارب ۶۰ کروڑ لوگ شہروں میں رہتے ہیں جس میں ایک ارب ۷۰ لاکھ افراد ترقی پذیر ملکوں کے شہروں میں رہتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۵ء میں دنیا کی سات ارب آبادی میں سے ۴ ارب ۱۰ کروڑ افراد شہروں میں رہ رہے ہوں گے جن میں سے ۳ ارب ۲۰ کروڑ افراد ترقی پذیر ملکوں کے شہروں میں ہوں گے۔ اسی رپورٹ کے مطابق ۱۹۵۰ء تک پوری دنیا میں ۱۰ لاکھ سے زیادہ آبادی والے شہر کل ۸۳ تھے۔ اس وقت ایسے شہروں کی تعداد ۲۸۰ ہے جبکہ ۲۰۱۵ء تک یہ تعداد بڑھ کر اس کے دوگنی ہو جائے گی۔ (۱)

۱۔ روزنامہ قومی آواز نئی دہلی، ۳۱ مئی ۱۹۹۶ء جائزہ بعنوان: ۲۰۱۵ء تک دنیا کی آدمی سے (باقی آگے)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

شہریت پسندی کا یہ رجحان دنیا کے نئے اور پرانے شہروں میں غربت و افلاس، ماحولیات اور جرائم کی کثرت وغیرہ کے جو مسائل پیدا کرے گا۔(۱) اس سے قطع نظر، دیکھنا ہے کہ اسلام شہریت پسندی کے اس مسئلے کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔ اللہ کے ایک ہی پسندیدہ اور اس کے پہلے اور آخری دین کی نظر میں دیہاتوں سے شہروں کی طرف آبادی کی یہ منتقلی کیسی ہے؟ وہ اسے پسند کرتا ہے یا ناپسند۔ وہ اسے بالکل منع کرتا ہے یا اس کی اجازت دے سکتا ہے اور اگر اجازت دیتا ہے تو اس کی مطلق اجازت دیتا ہے یا کچھ قیدوں اور شرطوں کے ساتھ اس اجازت کے لئے تیار ہوتا ہے۔ ان ہی سوالوں کا اسلامی نقطۂ نظر سے جواب دریافت کرنے کی یہاں کوشش کی جائے گی۔

دیہی/شہری زندگی کی شرعی حیثیت:

اس سوال کا جواب اس پر موقوف ہے کہ شریعت کی نظر میں دیہی یا شہری زندگی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسلام شہری زندگی کو زیادہ پسند کرتا ہے اور وہ اس کے اصولوں اور اس کی ترجیحات سے زیادہ ہم آہنگ ہے، جس کے لئے دیہات کی اپنی روایتی اور مالوف زندگی کی بھی قربانی دے کر آدمی کو شہری زندگی اختیار کر لینی چاہئے۔ یا یہ کہ دینی نقطہ نظر سے شہری زندگی کے اپنے فوائد و مصالح کے ساتھ دیہات کی زندگی بھی اپنے حق میں شرعی دلائل رکھتی ہے۔ جس کی تائید سے اپنے آبائی

بقیہ: زیادہ آبادی شہروں میں رہنے لگے گی۔ نیز ملاحظہ ہو: قومی آواز نئی دہلی، ۲۰ر ستمبر ۱۹۹۴ء، زیرعنوان: ترقی پذیر ممالک کے مقدر میں ابھی بدحالیاں اور بھی ہیں۔ نیز ہندی روزنامہ نو بھارت ٹائمس نئی دہلی، ۱۹ر ستمبر ۱۹۹۴ء عنوان: مزید: قومی آواز نئی دہلی ۲۶ر جون ۱۹۹۰ء، زیرعنوان: دنیا بھر میں شہروں کی آبادی روز افزوں۔

۱۔ دیکھئے: سہ روزہ دعوت ۲۵ر جون ۱۹۹۶ء جائزہ بعنوان: مستقبل کے شہر کیسے ہوں گے؟ نیز ملاحظہ کیجئے قومی آواز نئی دہلی، یکم دسمبر ۱۹۹۰ء زیرعنوان: گنجان آبادی کے باعث ملک کے تمام شہر ناقابل رہائش اور قومی آواز نئی دہلی، ۲۱ر نومبر ۱۹۹۱ء، جائزہ بعنوان: شہری آبادی میں اضافہ کی شرح انتہائی افسوسناک، کان پور دنیا کے پانچ بدترین شہروں میں شامل۔ جبکہ ایک دوسرے جائزے میں ہندوستان کے پانچ میٹروپولیٹن شہروں، بمبئی، بنگلور، کلکتہ اور احمد آباد میں راجدھانی دہلی کو سب سے زیادہ آلودہ شہر بتایا گیا ہے۔ انگریزی روزنامہ ٹائمس آف انڈیا نئی دہلی ۱۳ر ستمبر ۱۹۹۴ء خبر بعنوان: Delhi - Most Polluted Metro۔

مستقر گاؤں دیہات میں بھی آدمی دینی شرح صدر کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے؟ اس کے لئے ہمیں الگ دیہی/شہری زندگی کے سلسلے میں اسلام کی پسند و ناپسند اور اس کی ترجیحات و ناترجیحات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے جس کے حق میں اسلام کا جس قدر جھکاؤ/عدم جھکاؤ ہوگا، دینی نقطۂ نظر سے وہ اسی کے لحاظ سے مطلوب یا غیر مطلوب ہوگی اور اسی کی روشنی میں اسلام کا مخلص پیروکار دیہی/شہری زندگی میں ایک کا انتخاب اور دوسرے کو چھوڑنے کا فیصلہ کر سکے گا۔

شہری زندگی کے دلائل:

ظاہر نظر میں اسلام کا رجحان شہری زندگی کی طرف اور اس کے حق میں اس کے دلائل مضبوط نظر آتے ہیں۔ اس کے سلسلے میں سب سے پہلے ذہن سورۂ توبہ کی آیت کریمہ کی طرف جاتا ہے جس میں عرب کے دیہاتیوں ''اعراب'' کو کفر و نفاق میں سخت تر اور غالب امکانی طور پر احکام شریعت سے بے بہرہ قرار دیا گیا ہے، جس کے مخالف مفہوم سے اپنے آپ شہری زندگی کی برتری اور کتاب اللہ سے اس کی مطلوبیت کا واضح اشارہ نکلتا ہے:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○ (توبہ:۹۷)

دیہاتی عرب کفر و نفاق میں زیادہ سخت اور اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو کچھ اتارا ہے، اس کے آداب سے ناآشنا ہوں، اور اللہ بڑا علم والا، حکمت والا ہے۔

آگے ان کے اسی کفر و نفاق کے بعض دوسرے مظاہر کی نشاندہی کی گئی ہے:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ ط عَلَیْھِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ ط وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ (توبہ:۹۸)

دیہاتی عربوں میں سے کچھ ہیں کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان باور کرتے ہیں اور تمہارے لئے گردش زمانہ کے انتظار میں رہتے ہیں۔ بری گردش تو انہی پر آنے والی ہے اور اللہ بڑا سننے والا، جاننے والا ہے۔

لفظی بحث سے ہٹ کر ''عربی'' اور ''اعرابی'' میں فرق یہ ہے کہ شہر کو اپنا مستقر ٹھہرانے والا ''عربی'' اور دیہات کو اپنی رہائش رکھنے والا ''اعرابی'' ہے۔ **فمن استوطن القری العربیة فھم**

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

عرب ومن تنزل البادیة فھم اعراب (۱) پہلی آیت کریمہ میں دیہاتی عربوں کی کفر و نفاق میں سختی کی جو بات کہی گئی ہے، موٹے طور پر اس کی دو وجہیں قرار دی جاسکتی ہیں۔ ا۔ آب و ہوا کی سختی اور ۲۔ ماحول کی ناموافقت۔ دیہات کے سخت موسم اور اس کی سخت آب و ہوا کا ایسا ہی اثر اس کے باشندوں پر پڑتا ہے جس کے نتیجے میں ان کے مزاج میں ایک خاص طرح کا اجڈ پن اور سر پھرا پن پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے ناموافق ماحول جس میں انہیں کسی نظم و ارتباط اور قاعدے قانون کے تحت زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملتا ہے، مزید براں نبوت کے فیضان سے محرومی، علماء و صلحاء سے دوری اور کتاب و سنت کی تعلیمات سے ناواقفیت، مزاج کی اس شدت اور توحش کا بڑا سبب بنتی ہے۔ طبیعت اور مزاج کی یہی شدت نتیجے کے طور پر کفر و نفاق کی سختی کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ (۲) جو آگے احکام الٰہی سے ناواقفیت، دین کے دیگر مقتضیات کی عدم ادائیگی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اہل دین و ایمان کی بدخواہی کی شکل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

اسی ذیل میں سورۂ حجرات کی آیت کریمہ آتی ہے جس میں عرب کے ان دیہاتیوں کو مطلوبہ ایمانی کیفیت سے دور صرف ظاہر داری کے اسلام کا حامل بتایا گیا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (حجرات: ۱۴)

دیہاتی عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے نبی) کہئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو، بلکہ یہ کہو کہ تم نے ظاہری طور پر اطاعت قبول کر لی ہے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوا ہے اور اگر تم کہا مانو اللہ اور اس کے رسول کا تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کٹوتی نہ کرے گا، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اگلی آیت کریمہ میں ایمان کے سچے تقاضوں کی تفصیل کے بعد ان دیہاتی عربوں کی مزید سرزنش کی گئی۔

۱۔ مفاتیح الغیب: ۵۰۲/۴ مطبعہ عامرہ (مصر) طبعہ اولیٰ ۱۳۰۸ھ۔

۲۔ اس نکتے پر سب سے تفصیلی گفتگو امام رازی کے یہاں ہے۔ دیکھئے: مفاتیح: ۵۰۳/۴، محولہ بالا، بعض پہلوؤں کی نشاندہی طبری اور زمخشری کے یہاں ہے۔ ملاحظہ ہو: جامع البیان: ۴۲۹/۱۴۔ دار المعارف، مصر تحقیق و تخریج: محمود محمد شاکر احمد اور: الکشاف عن حقائق التنزیل: ۲۰۹/۲، مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ، مصر طبع قاہرہ ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء تحقیق محمد صادق قمحاوی۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ط وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ط بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (حجرات: ۱۶۔۱۸)

(اے نبی!) کہئے کیا تم اللہ کو اپنے ایمان کا پتہ دیتے ہو جبکہ اللہ کو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب معلوم ہے اور اللہ کو ہر ایک چیز کا پتہ ہے۔ وہ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کیا، آپ کہئے کہ تم میرے اوپر اپنے اسلام کا احسان مت جتاؤ۔ بلکہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی راہ دکھائی۔ اگر تم سچ کہنا پسند کرو بے شک اللہ آسمان اور زمین کی ہر چھپی ہوئی چیز کو جانتا ہے اور اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

کتاب اللہ کے اس بیان کی تائید دیگر احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے جن میں بوجوہ دیہات کی زندگی کو نقصان دہ اور اس طرح غیر مطلوب قرار دیا گیا ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی کی مشہور روایت ہے۔

من سكن البادية جفا ومن اتبع الصيد غفل ومن اتى السلطان افتتن (۱)

جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی سخت مزاج ہوا، جس نے شکار کا پیچھا کیا غافل ہوا اور جو بادشاہ کے پاس آیا، فتنہ میں مبتلا ہوا۔

یہی مضمون بخاری و مسلم کی دوسری روایت کا ہے جس میں شہری زندگی سے دوری اور ان کی خیمہ بدوشی کے حوالہ سے عرب کے دو قبیلوں ربیعہ اور مضر کے دل کی سختی اور مزاج کی سخت گیری کا تذکرہ ہے:

۱۔ ابو داؤد، جلد ۲، کتاب الصید، باب فی اتباع الصید، مطبع مجیدی کانپور، ترمذی، جلد ۲، ابواب الفتن، باب بلا ترجمہ ص ۵۰، روایت حضرت ابن عباسؓ۔ قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب لانعرفہ الامن حدیث الثوری۔ کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ایضاً رواہ احمد والنسائی والبیہقی فی شعب الایمان۔ عارف رومی کے اس ارشاد میں بھی شاید اسی حدیث نبوی کی جھلک ہے۔

دہ مرودہ مرد را احمق کند عقل را بے نور و بے رونق کند

مثنوی مولانا روم دفتر سوم، ص ۶۰، سب رنگ کتاب گھر دہلی ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء (ترجمہ: دیہات میں مت جاؤ کہ دیہات آدمی کو ناسمجھ بناتا اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے۔)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

الجفاء و غلظ القلوب فی الفدادین اهل الوبر عند اصول اذناب الابل و البقر فی ربیعت و مضر. (۱)

درشت مزاجی اور دل کی سختی اونٹ اور گائے کی دم سے لگے رہنے والے خیمہ بدوش بادیہ نشینوں میں ہے، یہ ربیعہ اور مضر کے لوگ ہیں۔

یہ روایت حضرت ابو مسعودؓ کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

الفخر و الخیلاء فی اهل الخیل و الابل و الفدادین (۲)

غرور اور گھمنڈ گھوڑے اور اونٹ والوں میں ہے اور کھیتی باڑی میں لگے رہنے والے بادیہ نشینوں میں۔

"فدادین" پہلی دال کی تشدید سے "فداد" کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ لوگ جو اپنے اونٹ، گھوڑوں اور کھیتی باڑی کے کام میں چیختے چلاتے رہتے ہیں۔(۳) اوپر کی روایت میں ان کے دل اور مزاج کی سختی اور یہاں ان کے فخر و غرور کا تذکرہ ہے۔ ظاہر نظر میں اس سے بھی دیہات پر شہر کی فضیلت اور دہقانیوں پر شہریوں کی برتری کا اظہار ہوتا ہے۔

دیہی زندگی پر شہری زندگی کی فضیلت کے حق میں ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کے صدر اول میں حکومت سے جاری شدہ وظیفوں میں دیہاتیوں کے مقابلے میں شہریوں کی ترجیح کی واضح شہادت ہے۔ چنانچہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ فاتح شام حضرت عبیدہ بن الجراح سے روایت ہے کہ ان سے دیہاتی عربوں کی ایک جماعت نے وظیفہ کی درخواست کی: **ان رجالا من اهل البادیة سألوه أن یرزقهم** ۔ تو اس کے جواب میں انہوں نے برجستہ کہا:

۱۔ صحیح بخاری، جلد ۱، کتاب المناقب، باب بلا ترجمہ ۴۹۶، نیز: کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم تیبع به الشعف الجبال، اصح المطابع دہلی، صحیح مسلم جلد ۱، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فیہ و رجحان اہل الیمن فیہ، مصر۔

۲۔ بخاری جلد ۱، کتاب ہذا الخلق، باب خیر مال المسلم الخ۔ کتاب المناقب، حوالہ سابق صحیح مسلم، حوالہ مذکورہ۔

۳۔ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۳۴/۱، دار الریان للتراث، قاہرہ، طبع جدید، فدادین کے ایک معنی جنگل اور بیابان کے رہنے والے بھی بتایا گیا ہے۔ **الفدادین من یسکن الفداد جمع فد فدوهی البراری والصحاری**۔ لیکن حافظ ابن حجر اسے دور از کار معنے بتاتے ہیں۔ وھو البعید، فتح الباری: ۳۵۲/۶، دار المعرفہ، بیروت، توزیع دار الباز، مکہ، تصحیح و تحقیق، عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

فقال : لا : واللّٰہ لا ارزقکم حتی ارزق اهل الحاضرة

تو انہوں نے کہا: نہیں، میں تم لوگوں کو وظیفہ کی کوئی رقم نہیں دے سکتا تا آنکہ میں شہر والوں کو نہ دے لوں۔

اس کے ساتھ ہی ایک طرح سے اس کی دلیل میں انہوں نے ارشاد فرمایا:

فمن اراد بحبحه الجنة فعليه بالجماعة فان يد اللّٰه على الجماعة (۱)

تو جو شخص جنت کی عمدہ رہائش کا طلبگار ہو، اسے چاہئے کہ جماعت کے ساتھ رہے، اس لئے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔

اس موقع پر اس دلیل کا مطلب ہے کہ جماعت اسلام کی اس مضبوطی کا مقصد چونکہ غالب طور پر عرب کی شہری آبادی سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کی دیہی آبادی کے مقابلے میں اس کے حقوق کا مقدم ہونا ظاہر ہے۔ اس کی مزید وضاحت خلافت راشدہ کے نقش قدم کے پیرو مشہور اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان سے ہوتی ہے۔ جس میں وہ اپنے ایک عامل یزید بن حصین کو متوجہ کرتے ہیں کہ فوجیوں کے وظیفے کا خاص خیال رکھا جائے۔ کتب عمر بن عبدالعزیز الی یزید بن الحصین : ان مر للجند بالفريضة۔ اس کے ساتھ ہی وہ تاکید فرماتے ہیں کہ:

و عليک باهل الحاضرة و اياک والاعراب.

اور شہر والوں کا تم خاص خیال رکھنا، اور گاؤں والوں سے بچ کر رہنا۔

آگے کے ٹکڑے میں اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ:

فانهم لا يحضرون محاضر المسلمين ولا يشهدون مشاهدهم (۲)

اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے اجتماعات میں نہیں آتے، نہ ان کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔

چنانچہ کتاب کے مصنف ابوعبید بن سلام ۲۲۴ھ اس بحث پر یہی باب باندھتے ہیں:

فرض العطاء لاهل الحاضر و تفضيلهم على اهل البادية (۳)

شہریوں کے لئے وظیفہ کی تعیین، اور دیہاتیوں پر ان کی فضیلت کا بیان۔

سب سے زیادہ وسعت اس بحث کو علامہ ابن تیمیہ ۷۲۸ھ کے بیان سے ملتی ہے۔ جو

۱۔ کتاب الاموال/۲۱۴، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، تحقیق و تعلیق: محمد خلیل ہراس۔

۲۔ کتاب الاموال/۲۱۴، ۲۱۵، بحوالہ بالا۔ ۳۔ حوالہ سابق، ص ۲۱۴۔

پہلے تو اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں کہ "اعراب" صرف عربوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ اسی طرح ہر قوم میں شہری اور دیہاتی کا فرق ہے۔ جس طرح عرب کے دیہاتیوں کے لئے "اعراب" کا نام ہے۔ دوسری قوموں کے دیہاتیوں کے لئے ایسے ہی دوسرے نام ہیں۔ اس موقع پر بھی اصل الفاظ کا نقل کرنا مناسب ہے۔

ثم لفظ (الاعراب) هو فى الاصل : اسم لبادية العرب، فان كل امة لها حاضرة و بادية، فبادية العرب : الاعراب ويقال ان بادية الروم : الارمن و نحوهم، وبادية الفرس الاكراد و نحوهم و بادية الترك التتار (۱)

پھر "اعراب" کا لفظ دراصل عرب کی دیہاتی آبادی کا نام ہے۔ اس لئے کہ ہر قوم کی ایک شہری آبادی ہوتی ہے اور ایک دیہاتی۔ عرب کی دیہاتی آبادی تو یہی اعراب "بدو" ہیں اور کہا جاتا ہے کہ رومیوں کی دیہاتی آبادی آرمینائی اور ان کے ہم جنس ہیں۔ اسی طرح اہل فارس کی دیہاتی آبادی کرد اور ان کے ہم جنس ہیں۔ ترکوں کی دیہاتی آبادی تاتاری لوگ ہیں۔

وهذا . والله اعلم. هو الاصل و ان كان تديقع فيه زيادة و نقصان (۲)

یہی اصل بات ہے گو کہ اس میں کچھ کمی بیشی کا امکان ہے۔ واللہ اعلم۔

اس تمہید کے بعد اصل بحث ہے۔ جس میں اپنی روایت کے مطابق وہ دوٹوک الفاظ میں پوری دنیا کے دیہاتیوں کو عرب دیہاتیوں "اعراب" کے درجے میں اور اس کے ساتھ استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر بحیثیت مجموعی دنیا کی شہری آبادی کو دیہاتی آبادی سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اس بحث کو خاص طور پر ان کے الفاظ میں نقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

والتحقيق : ان سائر سكان البوادى لهم حكم الاعراب، سواء دخلوا فى لفظ الاعراب اولم يدخلوا. فهذا الاصل يوجب ان يكون جنس الحاضرة افضل من جنس البادية و ان كان بعض اعيان البادية افضل من اكثر الحاضرة مثلاً (۳)

تحقیق یہ ہے کہ تمام تر دیہات کے رہنے والوں کا حکم وہی ہے جو دیہاتی عربوں کا ہے۔ چاہے یہ لفظ

۱۔ اقتضاء الصراط المستقیم: ۱/۳۶۹، طبعہ اولیٰ ۱۴۰۴ھ، وقف لله من سمو الملک الامیر سلطان عبدالعزیز، تحقیق و تعلیق: ناصر بن عبدالکریم العقل۔

۲۔ حوالہ سابق۔ ۳۔ حوالہ مذکورہ، ص ۳۷۰۔

فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب (سنن ابوداود و ترمذی)

''اعراب'' میں داخل ہوں یا نہ ہوں۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ شہر کی جنس دیہات کی جنس سے افضل ہے۔ مگر یہ ہوسکتا ہے کہ دیہات کے بعض خاص افراد مثلاً شہر کے بہت سارے لوگوں سے افضل ہوں۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ قرآن وسنت اور ان کے متعلقات کی روشنی میں دیہات کے مقابلے میں شہر کی زندگی بوجوہ قابل ترجیح ہے۔ اس لئے دور حاضر کا شہریت پسندی (Urbanisation) کا موجودہ رجحان اسلام کے لئے ہر طرح سے مطلوب ہے اور اس کو اس رجحان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں کے ساتھ تیسری دنیا اور خود اپنے وطن عزیز ہندوستان کے لئے بھی یہی بات صادق آتی ہے۔

دیہی زندگی کی ترجیحات:

لیکن اس کے ساتھ ہی کتاب وسنت اور ان کے متعلقات کی دیہی زندگی کے حق میں بھی کچھ ترجیحات ہیں، جن کے تقاضے سے شہریت پسندی کے موجودہ رجحان کے لئے اوپر کے موقف کے عموم پر نظر ثانی کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہر حال میں شہری زندگی ہی اسلام کا مطلوب ومقصود نہیں ہے۔ بلکہ دیہات کی زندگی بھی اپنے حق میں بہت سے دلائل رکھتی ہے جن کا پلڑا بسا اوقات شہری زندگی کے مقابلے میں بھاری پڑتا نظر آتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہندوستان جیسے ملکوں میں صحیح دینی تقاضوں کی تکمیل کے لئے دیہاتوں کو چھوڑ کر شہروں کی طرف کوچ کرنا ضروری نہیں ہے۔ دیہات کے رہنے والوں کو اپنے مالوف وطن میں قیام رکھتے ہوئے بھی دین کے تقاضوں اور اس کے مطالبوں کو پورا کرسکنا ممکن ہے۔ آیئے اس اجمال کو تفصیل کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کریں۔

۱۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو وہی کہ کتاب اللہ میں دیہاتی عربوں ''اعراب'' کے سلسلے میں صرف یہی نہیں کہا گیا ہے کہ وہ کفر ونفاق میں شدید تر، احکام الٰہی سے بے بہرہ، مسلمانوں کے بدخواہ اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے قاصر ہیں، جس کی تفصیل اس سے پہلے آچکی ہے، بلکہ اس سے متصل ان کے دوسرے طبقے کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ انہیں سچے ایمان والا، دین کے تقاضوں کو پورا کرنے والا اور رسول کی دعا اور اللہ کی رحمت کا مستحق قرار دیا گیا ہے، جس سے بڑھ کر دینی زندگی کا درجہ ہوسکتا ہے، نہ اس سے آگے کے کسی رتبہ کی تمنا کی جاسکتی ہے۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود وترمذی)

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ط اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ:۹۹)

اور دیہاتی عربوں میں سے کچھ ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اس سے اللہ کی نزدیکی اور رسول ﷺ کی دعاؤں کے طلبگار ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ان کے لئے نزدیکی کا ذریعہ ہے۔ اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح آگے جہاں ان کے ایک طبقے کے نفاق اور ان کی دینی کمزوری کا تذکرہ ہے، دوسرے طبقے کو اپنی کمزوریوں کا معترف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ و انابت کو قبول کرنے کی پوری امید دلائی گئی ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ○ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ:۱۰۱۔۱۰۲)

اور تمہارے اردگرد جو دیہاتی عرب ہیں ان کی ایک تعداد نفاق کے مرض میں مبتلا ہے اور مدینہ والوں میں سے بھی کچھ ایسے ہیں، نفاق جن کی عادت ثانیہ بن چکی ہے، آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ جلد ہم انہیں دوبارہ مبتلائے عذاب کریں گے۔ پھر یہ (اس سے) بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، ان کے کچھ عمل نیک ہیں تو دوسرے برے بھی انہوں نے اس میں ملا لئے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے گا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

آگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صدقات وعطیات کو قبول کرنے، ان کے تزکیہ باطن کا اہتمام کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ہی ان کے عطیات کو شرف قبول سے نوازنے اور ان کی توبہ واستغفار کو قبول کرنے کی جو خوش خبریاں ہیں، وہ ان کی اور ان جیسے دوسرے انسانوں کے سلسلے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کافی ہیں:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o اَلَمْ يَعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ ط وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o (توبہ:۱۰۳۔۱۰۴)

(اے نبی!) آپ ان کے مال کی زکوٰۃ لے لیجئے جس سے کہ آپ کی معرفت ان کی پاکی اور صفائی کا اہتمام ہو سکے اور ان کو دعا دیجئے۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے سکون کا باعث ہے اور اللہ بڑا سننے والا، جاننے والا ہے۔ کیا انہیں پتہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور ان کے عطیات کو شرف قبول عطا کرتا ہے اور یہ کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

دیہاتی عربوں کے سلسلے میں کتاب اللہ کی یہ تفصیلات اس وضاحت کے لئے کافی ہیں کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے کسی شخص کا محض دیہاتی ہونا، ہر حال میں اس کے دینی لحاظ سے فروتر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ شہری زندگی کی آرام دہ اور شستہ و شائستہ زندگی کے ساتھ دیہات کی سخت اور کھردری زندگی میں بھی دین کے تقاضوں کی ادائیگی اسی طرح ممکن ہو سکتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت صرف شہریوں کے لئے خاص نہیں۔ دیہات کے لوگ بھی اگر اپنی زندگی کے طور طریقوں کو تبدیل کر سکیں تو وہ اپنے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں محبوب و مقبول بنا سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہندوستان جیسے تیسری دنیا کے ملکوں کے دیہی باشندوں کے لئے مطلوبہ دینی تقاضوں کی ادائیگی کی خاطر شہروں کی مہاجرت ضروری نہیں ہے۔ اپنے مالوف وطن اور آبائی دیہی مستقر میں رہ کر بھی وہ اسی طرح دینداری کی بلند منزلوں کو چھو سکتے اور رحمت خداوندی کے دامن میں اپنے لئے جگہ بنا سکتے ہیں۔

۲۔ دوسری بات جو ربیعہ و مضر کے چرواہوں اور کسانوں کے حوالہ سے دیہات والوں کے دل کی سختی اور ان کے غرور اور گھمنڈ کی ہے تو اس کا جواب خود اسی روایت کے اگلے ٹکڑے میں موجود ہے۔ اس لئے کہ اس میں جہاں یہ ہے:

الفخر والخيلاء فى اهل الخيل والابل والفدادين اهل الوبر.

غرور اور گھمنڈ گھوڑے اور اونٹ والوں میں ہے اور خیمہ بدوش دہقانیوں میں۔

اس سے متصل ہی اگلا ٹکڑا ہے:

والسكينة فى اهل الغنم (۱) اور سکون اور وقار بکری والوں میں ہے۔

۱۔ بخاری، جلد ۱، کتاب بدء الخلق، باب فی مال المسلم غنم یتبع بہا شعف الجبال، کتاب (باقی آگے)

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

پورا مضمون مکمل روایت کو سامنے رکھنے سے جو اصلا اہل یمن کے فضائل کے بیان میں ہے، سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے اس پر یہی باب باندھا ہے اور روایت کے مطابق اپنی صحیح میں اس کے تمام طریقوں کو جمع کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پورا ارشاد اس طرح ہے۔

جاء اهل اليمن هم ارق افئدة واضعف قلوبا الايمان يمان والحكمة يمانية السكينة في اهل الغنم والفجر والخيلاء في الفدادين اهل الدبر قبل مطلع الشمس (۱)

یمن کے لوگ آئے ہیں جو نرم مزاج اور گداز قلب ہیں۔ ایمان کا تعلق یمن سے ہے اور حکمت اہل یمن کا حصہ ہے۔ سکون اور وقار بکری والوں میں ہے اور غرور اور گھمنڈ خیمہ بدوش دہقانیوں میں ہے جو سمت مشرق میں واقع ہیں۔

روایت کے دوسرے الفاظ سے یہ مضمون مزید کھلتا ہے:

الفخر والخيلاء في اصحاب الابل والسكينة والوقار في اصحاب الشاء (۲)

غرور اور گھمنڈ اونٹ والوں میں ہے اور سکون اور وقار بکری والوں میں ہے۔

اس باب کی آخری روایت بھی اس مضمون کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

غلظ القلوب والجفاء في المشرق والايمان في اهل الحجاز (۳)

سخت دلی اور سخت مزاجی مشرق والوں میں ہے اور ایمان حجاز والوں کے اندر ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ربیعہ اور مضر کی مذمت اور یمن اور حجاز کی تعریف میں ہے اور اس سے بحیثیت مجموعی دیہی آبادی پر شہری آبادی کی برتری اور فضیلت ثابت نہیں ہوتی روایت میں بکری والوں سے مراد یمن کے لوگ ہیں۔ ربیعہ اور مضر کے برعکس جو زیادہ تر اونٹ والے تھے، یمن کے لوگ چونکہ زیادہ تر بھیڑ بکریوں والے تھے اس لئے ان کو اسی نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کو سکون و طمانینت اور وقار و تواضع کا حامل اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اونٹ جیسے بڑے جانوروں کے پالنے والوں کے یہاں عام طور پر مال و دولت کی جو فراوانی اور کثرت ہوتی ہے اس

بقیہ: المناقب باب بلاترجمہ صحیح مسلم، جلد ۱، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فیہ و رجحان اہل الیمن فیہ۔ محولہ بالا۔

۱ تا ۳: صحیح مسلم، حوالہ سابق۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

کے لازمی نتیجے کے طور پر طبیعت میں غرور اور گھمنڈ پیدا ہوتا ہے، بھیڑ بکری والوں کے یہاں یہ چیز چونکہ نسبتاً کم ہوتی ہے۔ اسی لحاظ سے ان کے مزاج میں نرمی اور تواضع زیادہ ہوتی ہے۔ (۱) جیسا کہ خود ہمارے ملک میں گائے بیل اور بھینس جیسے بڑے جانور پالنے والی برادریوں اور بھیڑ بکری پالنے والی برادری میں یہ فرق اسی طرح محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ شروح حدیث میں یہ بات نہیں کہی گئی ہے۔ لیکن اس سختی اور نرمی کی وجہ صحبت کا نفسیاتی اثر بھی ہو سکتا ہے۔ انسانوں کی طرح جس طرح کے جانوروں سے آدمی کا واسطہ زیادہ پڑتا ہے، ان کے مزاج اور نفسیات کا اثر بھی اسی کے مطابق اس پر مختلف پڑتا ہے۔ اسی لحاظ سے حدیث میں اہل یمن کو نرم دل اور نرم مزاج اور سکینت و وقار کا حامل قرار دیا گیا ہے اور ربیعہ و مضر کے اہل مشرق کو سخت دل اور سخت مزاج بتایا گیا ہے۔ اسی طرح ایمان یمنی میں ہے جن لوگوں نے یمن سے مراد مکہ، مدینہ اور انصار لیا ہے، ان کی بات صحیح نہیں ہے۔ الفاظ حدیث کو ان کے ظاہر پر ہی محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اور اس سے مراد یمن کے ہی لوگ ہیں۔ اہل مشرق کے بالمقابل یمن والوں کو ایمان سے زیادہ متصف قرار دیا ہے تو اس کی وجہ ہے کہ مدینہ سے مشرق کے ربیعہ و مضر کے قبائل کے برعکس یہ لوگ اپنے آپ ایمان لائے اور ان کو اس دولت سے آشنا کرنے میں مسلمانوں کو زیادہ محنت مشقت نہیں اٹھانی پڑی۔ (۲) یہی معاملہ چونکہ اہل حجاز کا بھی تھا اسی لئے اسی ذیل میں ان کا بھی تذکرہ کیا گیا۔ روایت میں جو خیمے والے ''اہل وبر'' کہا گیا ہے اس کا اُلٹا مٹی کے گھر والے ''اہل مدر'' ہے۔ اہل عرب و اہل وبر سے بادیہ نشینوں اور ''اہل مدر'' سے شہریوں کو مراد لیتے ہیں۔ (۳) ربیعہ و مضر کے سلسلے میں سورج کے نکلنے کی جگہ کی بات ضمناً ہے۔ جبکہ روایت کے دوسرے طریقے میں ''قرنا الشیطان، شیطان کی دو جگہوں کے الفاظ ہیں:

الا ان الفیذ و غلظ القلوب فی الفدادین قول اذناب الابل حیث یطلع قرنا الشیطان فی ربیعة و مضر (۴)

۱۔ فتح الباری: ۶/۳۵۲، محولا بالا۔ ۲۔ فتح الباری: ۶/۳۵۲۔۵۳۲

۳۔ فتح الباری: ۶/۳۵۲۔

۴۔ صحیح بخاری جلد ۱، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بہا شعف الجبال، صحیح مسلم، جلد ۱، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فیہ ورجحان اہل الیمن فیہ۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

سن لو! سختی اور سخت دلی دیہاتیوں میں ہے جو اونٹ کی دم کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں سے شیطان اپنے دونوں سروں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے، ربیعہ اور مضر ہیں۔

بخاری و مسلم کی اس سلسلے کی اوپر کی روایات میں

راس الکفر نحو المشرق (۱) کفر کا سرا مشرق کی سمت میں ہے۔

اور

من ھٰھنا جاء ت الفتن (۲) یہی جگہ جہاں سے فتنے آئے ہیں (اور آئیں گے)

کے بھی الفاظ آئے ہیں۔ دوسری جگہ الفاظ مزید سخت ہیں:

الفتنة ھٰھنا الفتنة ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان (۳)

فتنہ یہاں ہے، فتنہ یہاں ہے، جہاں سے کہ شیطان کی سینگ نمودار ہوتی ہے۔

الا ان الفتنة ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان (۴)

سن لو! فتنہ یہاں ہے؟ جہاں سے شیطان کی سینگ نمودار ہوتی ہے۔

اس موقع پر سورج کے نکلنے کو شیطان کی سینگ کا نکلنا اس لئے کہا ہے کہ سورج ہمیشہ سے شرک و بت پرستی کی علامت رہا ہے اور اس کے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ نمودار ہو گیا۔ اس کے علاوہ سمت مشرق کو فتنہ کی جگہ قرار دینے کی وجہ یہ رہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات مبارکہ میں اس طرف کے لوگوں سے جن سخت حالات کا سامنا رہا وہ اپنی جگہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابھرنے والے فتنوں کا یہی علاقہ مرکز رہا، قیامت کے قریب اسی سمت سے دجال کے سب سے بڑے فتنے کا نمودار ہونا اس کے علاوہ ہے۔ (۵) گو کہ حافظ ابن حجر نے اس کو دور کی بات کہا ہے۔ (۶) لیکن ایمان کے یمنی ہونے کے حق میں ایک دلیل کے طور پر حضرت اویس قرنی اور ابو مسلم خولانی جیسے لوگوں کا نام لیا گیا ہے جن کا تعلق اسی علاقے سے تھا۔ (۷) جبکہ حکمت کی اس علاقے سے نسبت کے سلسلے میں کوئی جاندار بات نہیں کہی گئی ہے۔ ایک روایت کے

۱۔ بخاری حوالہ سابق، مسلم، حوالہ مذکور۔ ۲۔ بخاری جلد۱، کتاب الایمان، اباب بلا ترجمہ۔

۳ تا ۴: بخاری جلد۲، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنة من قبل المشرق۔

۵۔ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۲/۳۳، فتح الباری: ۱۳/ ۴۶، ۴۷۔

۶۔ فتح الباری: ۶/۵۳۲۔ ۷۔ نووی علی المسلم: ۲/۳۳۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

مطابق حضرت لقمان علیہ السلام کا تعلق بھی یمن کی سرزمین سے ہے۔(۱) اس لئے خیال ہوتا ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انتساب میں کہیں یہ نسبت تو شامل نہیں۔ آخری بات ربیعہ اور مضر کی تفصیل سے متعلق۔ وفد عبدالقیس کی مشہور روایت میں اس کی تفصیل ہے۔ (۲) قبیلہ ربیعہ ہی کی ایک شاخ عبدالقیس کے لوگ بحرین کے رہنے والے تھے۔ عبدالقیس کے یہی لوگ ہیں جن کی بستی جواثی، میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلا جمعہ قائم ہوا، عبدالقیس کے انہی لوگوں اور مدینہ کے درمیان مضر کا کافر قبیلہ حائل تھا۔ (۳) جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسب منشاء حاضر نہ ہو سکنے کی ان حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تھی۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کی ضرورت سے یہ لمبی بحث کرنی پڑی۔ لیکن اس پوری تفصیل سے، جیسا کہ اشارہ گزرا، دیہات پر مطلق شہر کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ربیعہ اور مضر سمت مشرق کے سب سے صاحب اثر اور عزت دار قبیلے تھے اور بہت بڑی حد تک عرب قبائل کا سلسلہ نسب کہیں نہ کہیں سے ان دونوں قبیلوں سے جا ملتا ہے۔ یہاں تک کہ قریش کا سب سے عزت دار قبیلہ جس کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، یہ بھی مضر ہی کی ایک شاخ ہے۔(۴) اب یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ ربیعہ اور مضر کے تمام لوگ بادیہ نشین اور صحرا نشین "اہل وبر" اور اس طرح دل کی سختی اور مزاج کی سخت گیری کے حامل تھے اور ان کے کسی حصے کا شہری آبادی "اہل وبر" سے کوئی تعلق نہ تھا اور یمن اور حجاز کے تمام لوگ شہری "اہل مدر" تھے جس کی وجہ سے ان کے اندر ایمان وحکمت اور سکینت و وقار کا جوہر پایا گیا۔ پس جیسا کہ تفصیل گزری، اس بداوت اور حضارت سے ہٹ کر ان مختلف قبائل کے متضاد اوصاف اور ان کی برعکس خصوصیات کی وجہ دوسری تھی اور اس کے حوالہ سے مطلق دیہات کی زندگی پر شہری زندگی کی فضیلت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ دیہات پر شہر کی فضیلت کے سلسلے میں جہاں تک اسلامی حکومت سے حاصل ہونے والے

۱۔ تفہیم القرآن: ۴/۱۳، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، طبع سوم، سن ۱۹۷۰ء۔

۲۔ بخاری جلد ۱، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، نیز: کتاب المناقب، باب بلا ترجمہ، ص ۴۹۸، مسلم جلد ۱، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ وشرائع الدین والدعاء الیہ۔

۳۔ فتح الباری: ۱/۱۳۲۔ ۴۔ فتح الباری: ۶/۵۳۱۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

وظیفے میں دیہاتیوں پر شہریوں کی برتری والی دلیل کا سوال ہے، تو اس کا جواب خود اسی حوالہ میں موجود ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی روایت میں جہاں شہریوں کے بعد دیہاتیوں کو دینے کا تذکرہ ہے، وہیں اس سے متصل اس کی دلیل کے طور پر یہ کہا گیا ہے:

فمن اراد بحجة الجنة فعليه بالجماعة فان يد الله على الجماعة (۱)

تو جو کوئی جنت کے مزے لینا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ جماعت کے ساتھ رہے اس لئے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔

فانهم لا يحضرون معاضر المسلمين ولا يشهدون مشاهدهم (۲)

اس لئے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی مجالس میں نہیں آتے اور ان کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔

جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس خصوص میں دیہاتیوں اور شہریوں کے درمیان فرق و امتیاز مطلق اور عمومی نوعیت کا حامل نہیں ہے کہ ہر حال میں اور بطور اصول مسلمہ کے حکومت سے حاصل ہونے والے وظائف اسی طرح اس کی فراہم کردہ شہری سہولیات میں لازمی طور پر دیہاتیوں اور شہریوں کے مابین تفاوت رکھا جائے گا۔ اس معاملے میں بہرصورت وظیفے کی مستحق صرف شہر سے تعلق رکھنے والی اسلامی ریاست کی آبادی ہوگی۔ ان سے جو کچھ بچ جائے گا تو اس کے بعد ہی اس معاملہ میں اس کی دیہی آبادی کو یاد کیا جائے گا۔ اوپر کی تعلیل سے یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی اور یہ اس رائے کی تائید کرنے سے قاصر ہے۔ پہلے بیان میں جماعت کی اہمیت کے بیان کی بالواسطہ تعلیل سے یہ کہا گیا کہ چونکہ اہل مکرمہ ہی دور افتادگی کی مجبوری سے جماعت مسلمین کا کما حقہٗ ساتھ دینے سے قاصر رہتے ہیں اور اس کا حق اس وقت کے حالات میں شہری آبادی ہی ادا کرتی ہے، اس لئے فطری طور پر حکومت کے وظیفے اور اس کی شہری سہولیات میں یک گونہ شہری آبادی کو دیہی آبادی پر فوقیت نہیں ہونی چاہئے۔ جبکہ دوسرے فرمان میں یہ تعلیل براہ راست اور بالکل صاف اور واضح ہے۔ یعنی کہ اپنی اسی دور افتادگی کی مجبوری سے اہل بادیہ اہل اسلام کے اہم اجتماعات اور نازک مواقع پر ان کا ساتھ دینے سے قاصر رہتے ہیں، اس لئے اس کمی کے باعث حکومت کے وظیفے اور اس کی شہری سہولیات کسی قدر انہیں کم فراہم کی جاتی ہیں۔ اس پر انہیں بہت زیادہ چیں بہ جبیں

۱۔ کتاب الاموال/۲۱۴، بحوالہ صدر ۲۔ کتاب الاموال/ ۲۱۵۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

اور جزبز ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

جس سے یہ بات اپنے آپ نکلتی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں آمدورفت کی سہولت اور ذرائع ابلاغ کی فراوانی سے دیہاتیوں کو شہروں سے اس طرح جوڑ دیا جائے کہ فرائض شہریت کی ادائیگی میں شہری اور دیہاتی کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہے، تو حکومت سے حاصل ہونے والے وظیفے اور دیگر شہری سہولیات میں بھی شہری اور دیہاتی کے درمیان فرق و امتیاز کے لئے کوئی وجہ جواز نہ ہوگا۔ کسی ملک کی دیہی آبادی بذات خود کوئی خطا کار میں ہے، جو اسے محض دیہات میں پیدا ہونے کے ناکردہ گناہ کی سزا میں معاملات دنیا میں فرق و امتیاز کا نشانہ بنایا جائے۔ نہ یہ مطلوب ہے کہ حالات کی تبدیلی اور سہولیات کی فراوانی کے باوجود دیہات کو ہر حال میں پسماندہ پہنچ سے دور اور معاملات دنیا اور امور سلطنت اور حکومت سے پرے رکھ کر مستقل طور پر اس کے ساتھ دوسرے درجے کے سلوک کو روا رکھا جائے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی آخری وصیت میں شہریوں کے ساتھ عرب کے دیہاتیوں کا بھی ویسے ہی خیال رکھنے کی تاکید نہ فرماتے اور یہ وصیت ہی اس بحث کی حکم اور اس کی قول فیصل ہے۔

و اوصی الخلیفة من بعدی...... و اوصیه باهل الامصار خیر افانهم رد ء الاسلام و جباة المال و غیظ العدو و ان لا یوخذ عنهم الا فضلهم عن رضاهم. (۱)

اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو...... نصحت کرتا ہوں اور میں اسے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ شہر والوں کا خاص خیال رکھے اس لئے کہ وہ اسلام کے محافظ اور مال کے وصول کنندہ ہیں اور دشمن کو ان سے بوکھلاہٹ طاری ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ ان سے ان کا فاضل مال ہی وصول کیا جائے اور اس میں بھی ان کی مرضی کا لحاظ رکھا جائے۔

یہ وصیت تو شہریوں کے لئے تھی۔ عرب دیہاتیوں کے لئے وصیت کا رنگ اس سے مختلف ہے، بلکہ بوجوہ اس سے گہرا ہے کہ انہیں ''اسلام کی جڑ'' قرار دیا گیا ہے۔

و اوصیه بالاعراب خیرا فانهم اصل العرب و مادة الاسلام ان یوخذ من مواشی اموالهم و یرد علی فقرائهم (۲)

۱۔ صحیح بخاری جلد۱، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان ۲۔ صحیح بخاری، حوالہ سابق۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اور میں اسے دیہاتیوں کے حق میں بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان کا خیال رکھے، اس لئے کہ وہی عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں۔ صدقہ میں ان کے چھوٹے جانور ہی لئے جائیں اور انہیں بھی ان کے محتاجوں کو لوٹا دیا جائے۔

جب اصلاً شہری آبادی کی حامل عرب دنیا کی نسبت سے اس کی دیہی آبادی کے لئے حکیم امت حضرت عمر بن الخطابؓ کی یہ رائے ہے، تو روایتی طور پر دیہی آبادی کے حامل ہندوستان جیسے ملکوں کے لئے ان کی دیہی آبادی کے سلسلے میں ان کی رائے کو معلوم کر لینا دشوار نہیں اور اس کا حاصل یہی کہ اصولی طور پر اسلام کی نظر میں شہری اور دیہی آبادی کا کوئی لازمی مستقل فرق نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہر حال میں ایک کو برتر اور دوسرے کو فروتر تسلیم کیا جائے۔ اس کے بجائے دیہی اور شہری آبادی ہر ایک کے حق میں کچھ وجوہ ترجیح ہیں جس کے نتیجے میں بعض پہلوؤں سے اگر شہری آبادی افضل ہے تو دوسرے پہلوؤں سے اس کے اوپر دیہی آبادی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اس کی روشنی میں علامہ ابن تیمیہؒ کی اوپر کی بحث کا توازن بحال ہوتا ہے اور "یہ بات کہ بحیثیت مجموعی ہر حال میں شہر کی آبادی دیہات کی آبادی پر فوقیت رکھتی ہے درست باقی نہیں رہتی۔ پچھلے دور کے لحاظ سے جبکہ دیہاتوں کو شہر سے جوڑنا اور ان کے لئے برابر کی شہری سہولیات کا فراہم کرنا تقریباً ناممکن تھا، اگر یہ بات درست اور صائب بھی ہو تو آج کے بدلے ہوئے حالات میں جبکہ یہ چیز اتنی ہی ممکن اور آسان ہو گئی ہے، اور ایک طرح پوری دنیا کی فلاحی ریاستوں کی اسکیم کا یہ اہم ترین حصہ ہے، علامہ کی اس رائے کو جوں کا توں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ہر حال میں دیہات کی زندگی پر شہری زندگی کی برتری کوئی، نص، نہیں جس کو لفظ بہ لفظ لینا ضروری ہو اور حالات کی تبدیلی اور زمانے کے فرق کے کسی لحاظ کے بغیر اس کے عموم واطلاق کو جوں کا توں قبول کرتے ہوئے اس کی بلا تاویل پیروی کو تقاضائے دین وایمان اور موجب فوز وفلاح باور کیا جائے۔ (باقی آئندہ)

اللہ قبول کرے

دین مصطفیٰ کی جو اشاعت آپ مجلہ فقہ اسلامی کے ذریعہ کر رہے ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے (آمین)

المہر ٹریڈرز، جوڑیا بازار، کراچی